ப. ஜீவா

زیر ہدایت حضرت مولنا صدیق دیندار چن بسویشور منظر اوتار قوم لنگایت یوسف موعود مصلح جماعت احمدیہ صاحب قبلہ مدظلہ

رجسٹرشدہ ٹپہ آصفیہ ۱۶۹





مدیر۔ حکیم محمد افضل شریف مبلغ اسلام
معاونین مدیر { محمد عبدالقادر مبلغ اسلام
محمد عبدالرحمن آزاد صدیقی }

پتہ:۔ دفتر ماہنامہ آواز نزد جامع مسجد سکندرآباد (دکن)

ماہنامہ آواز کا دائرۂ عمل

الف۔ مذہبی (۱) تبلیغ اسلام (۲) فرقہ ہائے اسلام میں اتحاد پیدا کرنا (۳) مذاہب عالم کے بانیوں کا احترام کرنا (۴) مذاہب عالم کی اصلی تعلیم کو ان کے حقیقی رنگ میں پیش کرنا (۵) دنیا میں امن و سلامتی کے اصول پیش کرنا۔

ب۔ اخلاقی مضامین کو بالکل جاذب و جدید رنگ میں پیش کرنا۔

ج۔ علمی معلومات و تحقیقات جدیدہ پر مقالات و تبصرے۔

د۔ دورِ حاضرہ کے مسائل عمومی سے بالکل غیر جانبدارانہ طریقہ پر قارئین "آواز" کو باخبر رکھنا۔

قواعد دفتر ماہنامہ آواز

(۱) ماہنامہ ہذا کا ہر پرچہ ماہ ہلالی کے پہلے عشرہ میں شائع ہوگا (۲) اگر کسی خریدار کو اس مہینے کی آخری تاریخ تک پرچہ وصول نہ ہو تو دفتر ہذا کو عدم وصول کی اطلاع دیکر دوسرا پرچہ مفت طلب کیا جا سکتا ہے ورنہ دوسرے ماہ کا پرچہ شائع ہو جانے کے بعد عدم وصول کی ذمہ داری دفتر ہذا پر نہیں ہوگی اور قیمت پرچہ ہر ادا کرنی پڑیگی۔ (۳) سالانہ چندہ ہر حالت میں پیشگی وصول کیا جائیگا۔ رقم کا بذریعہ منی آرڈر بھیجنا یا وی۔ پی پر قیمت ادا کرنا خریدار کی سہولت اور مرضی پر منحصر ہے (۴) مقام تبدیل فرمائیں تو دفتر ہذا کو مطلع کیجئے تاکہ صحیح پتہ پر پرچہ بھیجا جا سکے (۵) استفساری امور کیلئے جوابی خط لکھنا ضروری ہے۔

قابل توجہ مضامین نگار حضرات

(۱) بہ لحاظ مقاصد مضامین کو شائع کرنے نہ کرنے کا حق ادارہ کو حاصل رہیگا (۲) ہر مضمون نگار کے خیال کے ساتھ ادارہ کا متفق الرائے ہونا ضروری نہیں ہے (۳) مرسلہ مضمون دفتر ہذا کے اخراجات سے واپس نہیں کیا جائیگا۔

ایک سال کے لئے پرچہ مفت

(۱) ہر ایسے خریدار جو اپنے زمانہ خریداری میں (۵) خریدار پیدا کرے (۲) یا ایسے غیر خریدار کو جو دس خریدار پیدا کرے تو ان کی خدمت میں ایک سال تک پرچہ مفت ارسال ہوگا۔ اور شکریہ علیحدہ۔

اصول دیندار انجمن

(۱) اس انجمن کا مقصد خالص اسلامی اصول پر تبلیغ اسلام ہے (۲) اس انجمن کا ہر شخص رکن ہو سکتا ہے بشرطیکہ صرف کلمہ گو کی ہو گی خواہ اسکا کسی فرقہ سے تعلق کیوں نہ ہو۔ (۳) خاتم النبیین قائد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کو کافر کاذب و دجال سمجھتے ہیں (۴) مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ کا دعویٰ صرف ہندوؤں کی مسیحیت اور نہ دعویٰ نبوت ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ (۵) ہر سلسلہ و فرقہ کے بانی کا دل سے احترام کرتے ہیں (۶) ہر فرقہ کا کیوں نہ ہو کافر نہیں سمجھتے (۷) ممبران دیندار انجمن کا یقین یہ ہے کہ قرن اولیٰ میں اسلام تبلیغی صورت سے میدان میں آیا تزکیہ نفس کیا۔ قرآن کریم کا حصہ یہ جہاد کی صورتوں کا ازالہ کیا اور یہی حال موجودہ زمانہ میں ہوگا۔ (۸) ممبران دیندار انجمن کو یقین ہے کہ ہندوستان میں اسلام ہی امن قائم کریگا مبنی بر فیصلہ بذریعہ تبلیغ اقوام ہند پر اتمام حجت ہوتی ہے اور اس تحریک کا اختتام بھی دفن تکمیل تمدن پر ہوگا۔ ثلث الاید [illegible] (۹) ممبران دیندار انجمن خود کو مسلم کہتے ہیں (۱۰) حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ بیعت رضوان کے اصول پر بیعت لیتے ہیں۔

فہرست مضامین ماہنامہ آواز جلد ۴

بابتہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

قارئین "آواز" سے کچھ

اس اشاعت میں ہم قارئین "آواز" سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اس مذہبی پرچہ کی توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیں۔ باوجود گرانی کاغذ و دیگر مشکلات یہ انتظام کیا گیا ہے کہ ہر ماہ پہلے اور دوسرے ہفتہ میں پرچہ شائع ہوا کرے۔ خاص مضامین کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے۔ آئندہ مہینے میں ایک مضمون "حیدرآباد کا معاشی موقف" شائع ہوگا۔ جو اپنی نوعیت میں خاص ہوگا

منیجر ماہنامہ آواز سکندرآباد

مطبوعہ:۔ مطبع مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واستمع یوم ینادی المنادی من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یوم الخروج (آیۃ)

سن رکھ جس دن پکارنے والا نزدیک سے پکارے جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں یہی نکلنے کا دن ہے

جلد ۴ ماہنامہ بابتہ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

آواز

ہندو مسلم اتحاد کا حقیقی مرکز

ہندوستان ایک خطرناک سیاسی انقلاب سے گذر رہا ہے۔ جنگ دن بدن قریب تر ہوتی جا رہی ہے اگر بیرونی حملے کے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں تو گاندھی جی کے حکومت برطانیہ سے "چلے جاؤ اور ہندوستان چھوڑ دو" کے مطالبے نے اندرونی بےچینی پیدا کر دی۔ کانگریس کے ذمہ دار اراکین قریباً گرفتار ہو چکے۔ آزادی کے حد سے بڑھتے ہوئے جوش نے کانگریسی اراکین کو فساد پر آمادہ کر دیا ہے طرف تعطل آتشزدگی بےسرو سامانی اور ذرائع آمد و رفت و رسل۔ رسائل کو برباد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ٹھنڈے دل سے یہ تک غور نہیں کرتے کہ اگر ہندوستان ان ہی کا ہے تو موجودہ اسباب کی بربادی برطانوی حکومت کا نقصان نہیں بلکہ خود انکا اپنا نقصان ہے۔ وہ منظم مدنی زندگی کے بجائے غیر منظم زندگی بسر کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ سوراج کو غلامی پر ترجیح دیتے ہیں لیکن نہیں سوچتے کہ سوراج کا مستقبل ایک کے بجائے سینکڑوں کا غلام بنا دیگا۔ اگر کانگریس کی موجودہ جد و جہد ایکطرف داخلی بےچینی کا باعث ہے تو دوسری طرف غیر شعوری طور پر ہی صحیح خارجی حملہ آور کی بالواسطہ امداد اور مساعی جنگ میں رکاوٹ ہے۔

سیاسی بے اعتمادی کانگریس کے اس طرز عمل سے دیگر سیاسی جماعتیں بے تعلقی اور بیزاری کا اظہار کر رہی ہیں۔ وہ باہمی سمجھوتہ کے بغیر "انگریز ہندوستان چھوڑ دینے" کے مطالبہ کو کانگریسی اقتدار کے ہم معنی سمجھتی ہیں۔ جیکا اڑھائی سالہ تلخ تجربہ وہ اٹھا چکی ہیں۔ کانگریس مصر ہے کہ انگریز کے جانیکے بغیر باہمی سمجھوتہ ممکن نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے جیکا خود گاندھی جی اور کانگریس پرچار کرتے رہے ہیں کہ "ہندو مسلم اتحاد اور مشترکہ مطالبہ اور جد و جہد کے بغیر آزادی ناممکن ہے" کانگریس یہ اعلان کر چکی ہے کہ برطانوی حکومت مسلم لیگ کو اقتدار سونپ دے۔ اور صدر مسلم لیگ نے اقتدار لینے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ وہ اپنی اسلامی تاریخی روایات کے موافق ہر ایک جماعت کو برابر کے حقوق دینگے مگر سیاست کا ہر ایک طالب العلم اس سے بخوبی واقف ہے کہ کوئی جماعت اچھی حکومت اس وقت تک قائم نہیں رکھ سکتی جبتک کہ اسکو دیگر جماعتوں کا تعاون حاصل نہ ہو" جس کی وضاحت خود گاندھی جی ایک بیان کے ذریعہ کر چکے ہیں۔ اس لئے صدر مسلم لیگ نے کانگریسی زعماء کے اس اعلان کو "مسلم لیگ کو اقتدار" بیدو مضحکہ خیز قرار دیا۔ مہا سبھا اور لنکایت یونی لیگ بھی ماسوائے مسلم لیگ کو اقتدار سونپ دینے کے اعلان پر مضطرب ہیں۔ کانگریس اور مسلم لیگ میں سمجھوتہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ پاکستان تسلیم نہ کر لیا جائے۔ کانگریس پاکستان کی تقسیم کو گناہ سمجھتی ہے۔ عارضی حکومت اور برابر کی نمائندگی پر کانگریس۔ اچھوت۔ مہا سبھا۔ لنکایت یونی لیگ رضامند نہیں۔ مسلم لیگ کانگریس کے وعدوں پر اسی طرح مطمئن نہیں جسطرح کانگریس کو برطانوی حکومت کے اس عہد کا یقین نہیں کہ بعد اختتام جنگ ہندوستان آزاد کر دیا جائیگا۔ ہر طرف بے اعتمادی کا بازار گرم ہے۔

مملکت اسلامیہ آصفیہ گاندھی جی نے اپنے مضمون "مستقبل کے ہندوستان میں والیان ریاست کے موقف" (اخبار ہریجن مورخہ ۲ اگست) اور کانگریس نے اپنے ۸ اگست ۱۹۴۲ء کے رزولیشن کے ذریعہ برطانوی ہند کی طرح دیسی ریاستوں میں مداخلت کا فیصلہ کیا ہے۔ دیسی ریاستوں کا تعلق راست تاج برطانیہ سے ہے۔ وہ برطانوی ہند کی مجلس قانونی کی ماتحت نہیں۔ وہ کبھی کانگریس کی مداخلت کو برداشت نہیں کرینگی۔ خصوصاً حیدرآباد کا آئینی اور معاہداتی موقف ایک آزاد اور خودمختار مملکت ہے جو باہمی معاہدات کے ذریعہ برطانوی حکومت کی حلیف ہے۔ ان قانون میں عمل درآمد کی وہ حیثیت نہیں جو قانون موضوعہ کی ہوتی ہے۔ معاہدات کے ذریعہ حقوق و ذمہ داریوں کا پیدا ہونا قانون موضوعہ میں داخل ہے۔ کسی معاہدہ کے ذریعہ حیدرآباد نے اقتدار اعلیٰ کے منافی کوئی شرط قبول نہیں کی۔ وہ معاملات جن خودمختاری سلطنت آصفیہ میں اعلیٰحضرت بندگان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے تقریر شاہی کے ذریعہ یہ اعلان فرمایا کہ۔

"ہمکو نظام الملک اول کا ممنون ہونا چاہئے جنھوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ و مامون کرکے خودمختار بنایا۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یاد اس قابل ہے۔ کہ اسکو دائماً تازہ رکھیں۔ اور قومی زندگی کے اظہار کیلئے مزید کوشش عمل میں لائیں چونکہ مملکت سرکارعالی بیرونی دراز دستیوں سے محفوظ ہے۔ اس لئے اس کو یہ موقعہ حاصل ہے کہ رعایا کو خوشحال و مطمئن بنائے۔" مملکت حیدرآباد نے آئینی طور پر اندرونی مداخلت کو کبھی برداشت نہیں کیا۔ اور مملکت حیدرآباد کا کوئی فرد جب تک کہ اس کے جسم میں آخری قطرہ خون باقی ہے کسی بیرونی مداخلت کو خواہ وہ مشورہ کے رنگ ہی میں کیوں نہو برداشت نہیں کرسکتا۔

مادی سیاست کا نتیجہ بے اعتمادی و بے چینی

داخلی بے چینی نے اگر ایک طرف برطانوی ہند کی سیاسی جماعتوں میں اختلاف کی خلیج کو بڑھا دیا ہے تو دوسری طرف دیسی ریاستیں اور مملکت حیدرآباد بھی اس بے چینی سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ موجودہ سیاست میں شعور انسانی کے بہترین عنصر مذہب سے انکار کر دیا گیا۔ ہندوستان کی آزادی کا بلند بانگ دعویٰ کرنے والوں نے مغرب کی ذہنی غلامی اختیار کرلی۔ یہ یورپ کے ذہنی غلام اپنے آقا کی طرز سیاست سے ایک قدم ہٹنا گوارا نہیں کرتے۔ اور جب تک اس ذہنی غلامی سے آزاد نہ ہونگے باہم اتحاد ناممکن ہے۔ مغربی سیاست ایک دیو بے زنجیر ہے جو مذہبی و اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہوچکی ہے۔ مغرب کا سیاسی نظریہ یہ ہے کہ مملکت اخلاق و مذہب سے بالاتر ہے۔ اور اپنی بقاء و قوت کے لئے کوشاں رہنا چاہئے خواہ کسی طرح حاصل ہو۔ مذہب و اخلاق سے سیاسی فوائد کے حصول میں مدد ملتی ہو تو انہیں اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس ابن الوقتی کی تعلیم پر ہندوستانی سیاست کاروں نے عمل کرنا ضروری سمجھا۔ اور اپنی سیاست کو مذہب و اخلاق سے آزاد کرلیا۔ مذہب کو پرائیوٹ اور خانگی قرار دیا۔ جب سیاست اخلاق سے آزاد ہوئی۔ تو ایک دوسرے پر اعتماد کیسے ہو؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک سیاسی جماعت بعض وقت دوسری جماعت کی اچھی بات کو بھی سیاسی چال بازی سمجھے۔ موجودہ سیاسی اصطلاح میں مملکت کے فائدے کے لئے دوسروں سے برائی بھی اخلاق ہے تو اپنے جماعتی مفاد کی خاطر دوسروں کو نقصان پہونچانا سیاسی اخلاق نہیں تو اور کیا ہے؟ جب اخلاق کا مفہوم ہی بدل گیا تو دوسری جماعتیں بے اطمینان نہ رہیں تو اور کیا کریں؟ کیونکہ بہت ممکن

ہے کہ بظاہر اچھی باتیں اپنے پیچھے برے منصوبے پوشیدہ رکھتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک سیاسی جماعت دوسری جماعت کی ہر بات کو شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اگر لادینی سیاست کچھ پیدا کر سکتی ہے تو وہ بے اعتمادی اور بے اطمینانی۔

جمیعت خلافت شرعیہ یا دھرم راج سبھا

تمدنی نظام میں اسی وقت صحیح تبدیلی ہو سکتی ہے جب کہ دل بدلیں۔ کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو جائے۔ مادی اتحاد کا انحصار روحانی اتحاد پر ہے۔ ہندوستان جیسے مذہبی ملک کی اقوام کو سیاست کے ذریعہ متحد کرنا وہ خواب ہے جو کبھی منت کش تعبیر نہ ہوگا۔ یہاں اقوام کی بنیاد مذہب پر ہے۔ مذہب ہی کے ذریعہ باہمی اتحاد و ہم آہنگی ممکن ہے۔ اور ذہنی و دلی تبدیلی مذہب کے بغیر ممکن نہیں۔ انجمن کا یہ پختہ یقین ہے کہ مذہب سنہیت اجتماعی ہے۔ اور مذہب ہی کے ذریعہ انسانیت کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے۔ اور اسی میں انسانی استعدادیں اعلیٰ کمال حاصل کر سکتی ہیں۔ اس نے اقوام ہند کو بار بار مذہب کی جانب متوجہ کیا۔ اور اس نے پھر ایک بار موجودہ عالمگیر بے چینی میں اقوام ہند کے اتحاد کے لئے ایک مذہبی تحریک پیش کی۔ ۱۲ / ۱۵ فروری کو اراکین و ہمدرد انجمن نے علماء کرام و مشائخین عظام کو دعوت دی کہ موجودہ پریشان حالی میں کوئی ایسی مذہبی مرکزیت پر غور کریں جس پر تمام متحد ہو سکیں۔ حضرت مولانا صدیق دیندار جن بسویشور صاحب قبلہ نے تفصیل سے یہ واضح فرمایا کہ اسلام کی مذہبی مرکزیت خلافت میں ہے۔ جو ان کے خوف کو امن سے بدل سکتی ہے۔ مسئلہ خلافت نص صریح ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہر زمانہ میں خلافت کی ضرورت محسوس کی گئی۔ آپ نے قرآن کریم و احادیث سے یہ بھی واضح فرمایا کہ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مسلمانوں میں حقیقی معنوں میں اسی طرح خلافت قائم ہوگی۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھی۔ آپ نے قرآن کریم سے خلیفہ کا معیار بتایا کہ وہ آزاد حکمران اور رشید ا[illegible] کی مستند مذہبی کتب میں بھی یہ زمانہ دھرم راج کے قیام کا ہے اور یہ مذہبی مسئلہ [illegible]

اقوام ہند متفق ہوسکتی ہیں۔ اس مجلس میں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ ایک جماعت قائم کیجائے جو کہ ہندؤں اور مسلمانوں میں اس مسئلہ کی اشاعت کرے جسکا نام بہ غلبہ آراء "جمیعت خلاف بشرہ" رکھا گیا جس کو ہندؤں کی مذہبی اصطلاح میں "دہرم راج سبھا" کہا جائے گا۔ اس جمیعت کے صدر حضرت مولانا صدیق دیندار صاحب قبلہ اور نائب صدر حضرت مولانا سید شاہ نوراللہ حسینی صاحب افتخاری قرار دئے گئے۔

خلافت بشرہ (دہرم راج) کانفرنس

اور یہ طے پایا کہ ۱۲-۱۳-۱۴ر نومبر ۱۹۴۲ء بمقام حیدرآباد خلافت بشرہ، دہرم راج کانفرنس منعقد کی جائے جو اپنی نوعیت میں بے نظیر ہو۔ اور ہندو مسلم زعماء کو مدعو کیا جائے کہ وہ اس مسئلہ پر غور و خوص کریں۔ "جمیعت خلافت بشرہ" اس کانفرنس میں جلالت الملک اعلحضرت میر عثمان علیخاں بہادر خلداللہ ملکۂ وسلطنۂ کے متعلق مسلمانوں کے بشر خلیفہ اور ہندو دہرم کی پیش گوئی کے مطابق دہرم راجہ ہونے کا جس قدر ثبوت ملا ہے پیش کرے گی۔ اور ہر شخص کو حق ہوگا کہ وہ کسی پر اعتراض کئے بغیر اپنے خلیفہ یا دہرم راجہ کو پیش کرے۔ اس کانفرنس کی تفصیلات اشتہار شایع شدہ سے ملسکتی ہیں۔

یہ مذہبی تحریک ہے

یہ ایک مذہبی تحریک ہے جس کو سیاسیات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ "جمیعت خلافت بشرہ" کا مقصد انسانیت کی مذہبی خدمت ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ اس مصیبت کے زمانہ میں اقوام ہند پر ہمارے مذہبی بزرگوں نے یہ احسان کیا کہ دہرم راجہ یا خلیفہ بشر کی نشاندہی کر دی ہے جس سے عقیدت و وابستگی ہمارے چین و امن کا باعث ہوسکتی ہے۔ یہ مذہب کا انسانیت پر احسان عظیم ہے۔ چوں کہ جمیعت اعلحضرت خسرو دکن آصف سابع خلداللہ ملکۂ وسلطنۂ کو اس کا مصداق سمجھتی ہے۔ اس لئے ہر اس ادارے کو اپنا سمجھتی ہے جس کو ذات شاہانہ سے عقیدت ہو۔ یہ کوئی سیاسی ادارہ نہیں بلکہ مذہبی تحریک ہے جو بلاتفریق مذہب وملت انسانیت کی خدمت اس کا مقصد وحید ہے۔

اس کے سوا اس تحریک کا کوئی اور مقصد نہیں۔ وہ اپنوں کو اپنا بنانا چاہتی ہے۔ وہ ذات شاہانہ کو ہندو مسلم اتحاد کا مذہبی مرکز یقین کرتی ہے۔ مذہب اتحاد سکھاتا ہے۔ آپس میں بیر رکھنا نہیں سکھاتا۔

مسلمانان ہند کی قیادت

یہ تحریک سے بیرون حیدرآباد کے علاقوں کی کاملیت۔ اقتدار اعلیٰ میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ خالص مذہبی اور انسانیت کا مسئلہ ہے ۲۴ر جنوری ۱۹۱۸ء کے ایک خط میں جس پر جارج پنجم کے اپنے دستخط ہیں تسلیم اور اقرار کیا گیا ہے کہ حضور نظام ہندوستان میں "سب کی قیادت کرنے والے اسلامی والیٔ ریاست کی حیثیت سے لطف اندوز ہیں"۔

حکومت کی بہترین خدمت

حیدرآباد کا استقلال و کاملیت اور داخلی امن ذات شاہانہ سے پختہ اور غیر متزلزل عقیدت میں ہے۔ اس مذہبی تحریک کے ذریعہ اگر ذات شاہانہ سے عقیدت رکھنے والے نمایاں ہوجائیں گے تو وہ بدخواہ بھی بے نقاب ہوجائیں گے جن کی زبانوں پر تو ذات شاہانہ کی تعریف و توصیف ہوتی ہے لیکن اُن کے دل مملکت حیدرآباد کے متعلق بُرے منصوبے باندھتے ہیں۔ وہ ہر وقت بیرونی مداخلت اور دراز دستیوں کے خواہاں ہوتے ہیں اور رعایا مع کارعالی میں منافرت پھیلانے کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

استدعا

ہم بلا تفریق مذہب و ملت ہر مذہبی پیشوا سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اس بے چینی و فساد کے زمانہ میں اس مسئلہ کے حل کے لئے دعا کرے اور اپنی مذہبی کتب سے اس کا حل دریافت کرے۔ اور ہر تحریک کے رکن سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس مذہبی مسئلہ پر غور کرلے۔ مادیت اپنے نتائج دکھا چکی۔ وہ روحانیت کے دامن میں پناہ لے۔ حقیقی اتحاد اور اطمینان اسی میں ہے۔

(مدیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اسلام نظام حیات ہی

از

مولوی محمد عبد القادر صاحب مبلغ اسلام دیندار انجمن

سادھو کا دھونی رمائے بیٹھنا، رات کو دن کر دینا، کبھی اعضائے جسم کا سوکھا دینا، پارسی کی شعلہ نوازیاں، عیسائی کی کلیسائی دعائیں، فقیہیوں اور فریسیوں کی رہبانیت، ظلم کے سجدے اور والہانہ مناسک حج کیا ایسی چیزیں ہیں جو نظر انداز کر دیجائیں؟ کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ انسانیت ورا الوریٰ ہستی کی متلاشی ہے گویا کہ وہ اسے کھو چکی ہے اور اس کی راہ میں گداز ہو جانا چاہتی ہے اور اپنا سب کچھ کھو کر اپنے محبوب حقیقی کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ کائنات کی ہر چیز کا انسان سے نذر عقیدت حاصل کرنا کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ انسانیت اپنے گم شدہ محبوب کی تلاش کر رہی ہے؟ کیا یہ محض پروپگنڈہ ہے؟ کیا انسانیت باوجود اختلاف رنگ اور ملک ونسل وزبان اس ایک چیز میں متفق نہیں؟ کیا زمانہ قدیم میں ایسے وسائل تھے کہ اقوام عالم ہر بات میں مختلف ہونے کے باوجود ملکر آپس میں تبادلہ خیالات کر کے ایک عقیدے پر متفق ہو جائیں؟ اگر نہیں تھے تو کیا ایسا عظیم الشان اجماع اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ انسان کی فطرت میں یہ عقیدت ودیعت ہے؟ مذہبی احساس کے اس قدر ہمہ گیر اور عالمگیر ہونے کے باوجود مفہوم مذہب کے متعلق مختلف نظریے ہیں۔ بعض نے انسان کو اتنا ذلیل سمجھا کہ اسکی فطرت میں گناہ ہے۔ وہ موروثی گناہ گار ہے۔ وہ کسی صورت میں گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ وہ کسی خیر کے قابل نہیں۔ اس پس فطرتی سے اس کی نجات اسی وقت ہو سکتی ہے

جب کہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے۔ اس تخیل نے عمل کو ہیچ سمجھا اور انسانوں کے ایک کثیر گروہ کو عملی دنیا سے الگ کر دیا۔ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ انسان اپنی ہستی کے قابل نہیں۔ اسکا نروان (نجات) اسی میں ہے کہ خود کو ہلاک کر دے۔ ہند و فلسفہ میں انسان کی مادی جسمانیت کو اس کی روحانی ترقی کا روک سمجھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں طرح طرح کی جاں گداز تکلیف دہ ریاضتوں کی تعلیم دی گئی۔ فلسفۂ یونانی نے مذہب کی بنیاد "اخلاقیات" شرائط پر رکھی جو مطلق العنان طور پر انسانی زندگی پر عاید کئے گئے ہیں۔ انسان ذاتی جد و جہد سے اپنی زندگی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتا۔ قدیم ایرانیوں نے انسان کو خدایان یزدان و اہرمن (خیر و شر) کے ہاتھ میں کٹ پتلی سمجھا۔ ان ہی تخیلات مذہب نے جان کاہ نفس کشی اور ناقابل برداشت ریاضتیں پیدا کر دیں جن کے نتیجہ میں انسان مادی زندگی سے گریز کرنے لگا۔ اور مذہب صرف روحانی زندگی کا نام ہو گیا۔ مادی دنیا سے علیحدگی ہی عین مذہبیت سمجھی جانے لگی جسکی وجہ پیروان مذاہب مادی و جسمانی ترقیات سے محروم ہو گئے۔ فلسفۂ جدید نے ان سابقہ تخیلات کے نتیجہ کی وجہ مذہب کا مفہوم ہی بدل دیا۔ اس کے نزدیک مذہب صرف خدا اور بندے کے تعلق کا نام ہے اس لئے مذہب کو انفرادی و پرائیوٹ حیثیت دی گئی۔

مفہوم مذہب کے جدید تخیل کا علمبردار میکیاولی ہے جس نے مانی کے نظریہ "ثنویت روح و مادہ" کو بلا تنقید قبول کر لیا جس کے نتیجہ میں یہ تخیل پیدا ہوا کہ روح کا تعلق اللہ تعالیٰ سے اور مادہ کا دنیوی زندگی سے ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مذہب کی اجتماعی حیثیت سے انکار کر دیا اور مذہب کو سیاست سے جدا رکھنے کی تعلیم دی۔ اس نے صاف صاف کہا کہ مملکت کو مذہب و اخلاق سے بالاتر ہونا چاہیے۔ اور ہندوستان میں قانوناً مذہبی آزادی کا بھی حکومت نے نذر کیا۔ یہی مفہوم ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے انکو جو مذہبی آزادی ہونے کا چرچا کرتے ہیں یہ طعنہ دیا کہ۔

۵ ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ...... ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

زمانۂ حاضرہ میں یہ خیال بالکل عام ہوگیا ہے کہ مذہب انفرادی چیز ہے جس کو عبادت گاہ اور گھر تک محدود رہنا چاہئیے اور دنیوی معاملات میں مذہب کو دخل نہ دینا چاہئیے۔ چنانچہ بھولا بھائی دیسائی نے ایکمرتبہ کہا۔

"اب یہ ناممکن ہوگا کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ ضمیر، مذہب اور خدا کو ان کے مناسب مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھدیا جائے اور انہیں خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں گھسیٹ کر نہ لایا جائے۔ (ہندوستان ٹائمز مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۴۲ء)

اگر اس تخیل کے پس منظر کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تخیل سابقہ مذاہب کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ مذاہب و شریعتیں لوگوں کے لئے بطور نسخہ ہوتی ہیں جس طرح ایک ہی طبیب مختلف بیماروں کی حالت کے مطابق مختلف نسخے تجویز کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کے مختلف حالات کے مطابق تجویز کرچکا چھٹی صدی عیسوی کے پیشتر تعلقات بین الاقوام عام نہ تھے۔ ایک قوم دوسری قوم سے جدا تھی۔ ایک ملک دوسرے ملک سے علیٰحدہ تھا۔ اس لئے جتنے مذاہب و شریعتیں ہوئیں، وہ عالمگیر اور ابدی نہ تھیں یہی وجہ ہے کہ اقتضائے زمانہ کے مطابق تعلیمات نازل کیگئیں۔ مثلاً جب بنی اسرائیل عرصہ دراز تک محکوم رہکر بے عزت ہوگئے۔ تو اس وقت انکو غلامی سے نجات دلانے کیلئے خدا نے یہ نسخہ بھیجا کہ تم ہر شرارت کا انتقام لو۔ کان کے بدلے کان۔ ناک کے بدلے ناک آنکھ کے بدلے آنکھ۔ اسی طرح پرزور تحریکوں سے ان میں جوش انتقام پیدا کیا۔ اور جب چودہ برس کا لمبا عرصہ گذرچکا اور حضرت مسیحؑ کا زمانہ آیا تو بنی اسرائیل نہایت انتقام گیر اور کینہ توز تھے۔ اسوقت انکے لئے یہ نسخہ دیا گیا کہ اگر کوئی تیرے دہنے گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کردے۔ چونکہ یہ مذاہب موقتی اور محدود المقام تھے اس لئے مخاطب اقوام کی زندگی کا جو شعبہ بھی بگڑ چکا تھا صرف اس کی اصلاح کیگئی۔ اور کسی مذہب کی تعلیم انسانی زندگی کے

تمام تر شعبوں پر مشتمل نہ تھی۔ لیکن جب ان مذاہب کے پیرؤں نے انکو باقی رکھنے کی کوشش کی تو بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جانے لگے۔ چنانچہ سولہویں صدی عیسوی تک جب کہ یورپ پر عیسائیت کا کامل تسلط رہا۔ اقوام یورپ کے لئے ترقی کی راہیں مسدود رہیں جس کی وجہ میکیاولی نے مذہب کے نظام حیات ہونے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس کے پیش نظر سولہویں صدی عیسوی کی عیسائیت تھی جس میں کسی ہوشمند انسان کے لئے روحانی تشفی کا سامان مشکل ہی سے مل سکتا تھا اس کے سامنے شہنشاہیت و پاپائیت کی دائمی جنگ اور خود کلیسائی گروہوں کا انتشار بھی تھا

لیکن حقیقت یہ ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں تعلقات بین الاقوام کی راہیں کھل چکی تھیں جب کہ ایران اور روما کی حکومتوں کی زمینی بھوک نے ان کو مختلف ممالک فتح کرنے اور توسیع مملکت پر مجبور کیا جس کے نتیجہ میں ایک ملک دوسرے ملک سے متعلق اور ایک قوم دوسری قوم سے قریب ہو گئی۔ لیکن جہاں انسانیت میں میل جول کے ذرائع بڑھ رہے تھے وہیں مرور زمانہ کی وجہ مذاہب کی تعلیمات اصل حیثیت میں باقی نہ رہی تھیں۔ اور تمام اقوام اخلاقی بندھنوں کو توڑ چکے تھے۔ طرح طرح کے روحانی امراض پھیل چکے تھے اور انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جو بگڑ نہ چکا ہو۔ تب ایک عالمگیر اور اکمل نسخہ بصورت اسلام نازل کیا گیا جس کی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہیں اور انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس کے متعلق اسلام نے اکمل تعلیم نہ دی ہو۔

اسلامی فلسفہ نے ثنویت روح و مادہ کو ایک بڑی فلسفیانہ غلطی قرار دیا کیوں کہ انسان ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے جسکو روح و مادہ میں تقسیم کرنے کے بعد اس کی اصل حیثیت باقی نہیں رہ سکتی کیونکہ جسم کے بغیر روح بیکار ہے اور روح کے بغیر جسم ایک بیجان چیز ہے۔ روح و مادہ انسانی زندگی کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ ہماری ظاہری زندگی باطن سے عبارت ہے۔ اگر باطن جو سرچشمہ اعمال ہے گندلا ہو جائے تو ظاہر ٹھیک نہیں رہ سکتا۔ ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے مثلاً ہمارے جسم کو چوٹ لگے تو حالانکہ ہمارے باطن کو مار نہیں لگتا مگر پھر بھی ہمیں باطنی اور روحانی تکلیف

ہوتی ہے۔ ہمارا رشتہ دار انتقال کرجائے تو اس سے باطنی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر ظاہر پر یہ اثر ہوتا ہے کہ چہرہ مکدر غم آلود ہو جاتا ہے اور بیساختہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں ہمارا باطن و ظاہر ایکدوسرے سے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہیکہ اسلام جہاں باطن کے لئے ہدایت دیتا ہے وہیں ظاہر کیلئے بھی اسمیں تعلیم موجود ہے۔ مذہب محض جذبہ نہیں بلکہ وہ شعوری و وجدانی کیفیت ہے۔ جذبہ مادی حرکت کا نتیجہ ہوتا ہے اور وجدان و شعور مادہ نہیں کیونکہ مادہ زماں و مکاں میں محدود ہوتا ہے اور شعور زماں و مکاں میں محدود نہیں جذبہ و وجدان میں یہ فرق ہے کہ جذبہ صرف اپنی حد تک محدود ہوتا ہے دوسرے جذبات کو ابھار نہیں سکتا غصہ ایک جذبہ ہے جو رحم کے جذبہ کو پیدا نہیں کرسکتا۔ وجدان مختلف اوقات میں مختلف جذبات پیدا کردیتا ہے یہ بعض جذبات کو ابھارتا اور بعض کو دباتا ہے وجدانی کیفیت میں جذبات کی دھوپ چھاؤں ہوتی ہے عشق ایک وجدانی کیفیت ہے جسمیں مختلف جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی محبوب کی بے التفاتی رنج و غم کا باعث ہوتی ہے کبھی ادنٰی سی توجہ خوشی و انبساط پیدا کرتی ہے اور کبھی رقیبانہ تعلقات غصہ و انتقام کے جذبہ کو ابھارتے ہیں جبکہ مذہب شعور و وجدان سے ہے تو ہماری زندگی کا ایک شعبہ نہیں ہوسکتا وہ حیثیت اجتماعی ہے جو ہماری زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے وہ ایک نظام حیات ہے۔ ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اسلام میں مذہب کا تصور یہ نہیں۔ کہ بندے اور خدا کے تعلق کا نام مذہب ہے اسلئے وہ ہماری زندگی کا شعبہ ہی۔ بلکہ اسلامی نظریہ یہ ہیکہ "انسان کا اللہ تعالیٰ و کائنات سے تعلق کا نام مذہب ہے" حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اسلام کیا ہے؟ ارشاد ہوا الطاعت لامر اللہ و شفقت علی خلق اللہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی اور اسکی مخلوق پر شفقت یہی وجہ ہیکہ اسلام ہماری زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق تعلیم دیتا ہے۔ وہ ہئیت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک اکمل مذہب ہے جس سے انسانی زندگی کا کوئی شعبہ باہر نہیں رہ سکتا۔ تمدن، معاشرت، سیاست، معاشیات و اقتصادیات غرض کوئی پہلو ایسا نہیں جسکے متعلق اسلام نے تعلیم نہ دی ہو یہی وجہ ہیکہ مسلمان کی زندگی کا کوئی شعبہ غیر مذہبی نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکا مذہب نظام حیات ہے۔ جو اسکی دنیوی زندگی سے علیٰحدہ نہیں اور نہ انفرادی اور پرائیوٹ ہے۔ اگر مسلمان کی سیاست مذہب سے آزاد ہوگی تو وہ سیاسی غیر مسلم ہوگا۔ اگر اسکی معاشی زندگی اسلامی نہ ہوئی تو وہ معاشی غیر مسلم کہلائیگا۔

حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ؎ فلسفی کہتا ہے بھائی کیا ہوا اگر مذہب گیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی یہ گیا تو سب گیا فقط

بادشاہ کی اطاعت فرض عین ہے

از

مولوی عبدالرحمٰن آزاد صدیقی (معین مدیر)

دین محمدی کا یہ پہلا سبق تھا اسی سبق نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو گنہ [illegible] کیا تھا اور اسی سبق نے عرب [illegible] دوسر اور بکھری ہوئی قوم کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کر دیا تھا اور اس اجتماعی [illegible] کا [illegible] کر مٹھی بھر عرب ایک چھوٹے سے ویران اور بے آب و گیاہ جزیرہ سے نکلکر سارے ایشیا اور یورپ تک [illegible] مسلمانوں میں اپنے امراء اور اپنے بادشاہ کی اطاعت کا مادہ پیدا کیا تھا اور اسی سبق پر عمل کرنیکا [illegible] قوم نے [illegible] دنیا پر اپنی سیاست اور اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑا تھا۔ ہندی اسلامی مہم کے سب سے بڑے جنرل حضرت [illegible] قاسم کو جب خلیفہ [illegible] معزولی کا فرمان بھیجا اور انکو دارالخلافہ میں طلب کیا تو اسی پاک تعلیم کا یہ اثر تھا کہ محمد بن قاسم نے [illegible] اطاعت جھکا دیا اور بلا عذر دارالخلافہ میں حاضر ہو گئے حالانکہ اگر وہ خلیفہ کے حکم سے سرتابی کرتے تو خلیفہ انکا کچھ بگاڑ نہ سکتا کہ وہ ہندوستان کی رعایا میں [illegible] عزیز تھے اور مفتوحہ ملک کی تقریباً ساری فوج اور ساری رعایا انکی مدد کیلئے تیار تھی [illegible] انہوں نے اس [illegible] کا لحاظ کر کے جسکا سبق انکے پاک مذہب نے دیا تھا خلیفہ کی اطاعت کو ترجیح دی اور [illegible] اسلامی سلطنت کی بنیاد اسی بات پر قائم کیگئی تھی کہ امیر وقت کی اطاعت کیجائے اور ہر حال میں کیجائے خواہ وہ جنگ کا موقع ہو یا امن کا۔ شریعت الٰہیہ نے مسلمانوں پر جسطرح بادشاہ کی اطاعت واجب کی ہے اسیطرح اس امیر وقت کو اختیار دیا ہے [illegible] امیر وقت کی نافرمانی کرنیوالے کی نجات کی ذمہ داری لینے کیلئے تیار نہیں [illegible] یہ توقع رکھنا کہ وہ حاکم یا بادشاہ کے خلاف کسی ایجیٹیشن میں حصہ لیں گے انتہا درجہ کی حماقت کی بات ہے [illegible] دوسری قوموں کے مذاہب کیا کہتے ہیں۔ ہندو مذہب نے راجہ یا بادشاہ کو ایشور [illegible] عین ایشور کی اطاعت سمجھا ہے۔ ہندو راج نیت کے سب سے بڑے ماہر منو [illegible] کا اوتار مانا گیا ہے اسکی اطاعت و فرمانبرداری عین پرمیشور کی فرمانبرداری ہے دیکھو مہابھارت شانتی پرب صفحہ ۱۳۵۰ [illegible] برہسپتی کہتا ہے کہ جو شخص راجہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑتا ہے [illegible] پر عذاب ہو جاتا ہے اس لئے پرجا کا دھرم ہے کہ وہ راجہ کی اطاعت سے کبھی منہ نہ موڑے دیکھو مہابھارت انوشاسن پرب صفحہ [illegible]

(سلسلہ صفحہ ۱۲) ہے جو راجہ کہلاتے تھے قدیم ہندو اقوام کے بڑے بڑے راجہ [illegible] جنھوں نے شکست دیکر قتل کر ڈالا تھا۔ [illegible] انکی حکومت کو نیچا دکھاتے لیکر اودھ پوری تک تھی قدیم ہندو قوم کی حقیقی عزت اسی دن سے خاک میں مل [illegible] قومیت اور انکی ملت اور انکے قدیم مذہب غرضکہ انکی ہر چیز کو مٹا کر اپنی حکومت اور اپنے [illegible] مذہب کی بنیاد ڈالی [illegible]

وسسٹ جی کہتے ہیں کہ عالم و فاضل برہمن جو وید و شاستر کے ماہر ہوں وہ راجہ کو مشورہ دے سکتے ہیں مگر وہ راجہ کو اپنے حکم کا پابند نہیں کر سکتے۔ بیاس جی مہاراج کا قول ہے کہ راجہ کا مرتبہ ساری مخلوق سے افضل و برتر ہے اسلئے اسکے حکموں کی پابندی اور اس کے حکم کی بجا آوری پرجا کا پرم دھرم ہے۔ نارد کہتے ہیں کہ دکش پرجاپتی دنیا کا پہلا راجہ تھا اور وہ منو کا بیٹا تھا جسکو برہما نے اسواسطے خلق کیا تھا کہ وہ رعایا کو پالے پوسے اور دنیا پر حکومت کرے اور امن و امان کو دنیا میں قائم رکھے اسکی اطاعت دیوتا بھی کرتے تھے۔ گوتم رشی کہتے ہیں کہ دنیا راجہ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اس دنیا میں راجہ کا وجود ایسا ہی ضروری ہے جیسے جسم کیلئے جان کا وجود ضروری ہے۔ بیاس جی جو ویدک دھرم کے سب سے بڑے مفسر ہیں فرماتے ہیں کہ راجہ جو ایشور کا شریک ہوکر پیدا ہوتا ہے اسمیں دیوتاؤں کا ایسا تیج اور برہسپتی کا ایسا گیان ہوتا ہے جو عام لوگوں کی عقل اور عام لوگوں کا شعور اور انکی عقل نہیں پہونچ سکتا وہ پرماتما کا انش لیکر دنیا میں پیدا ہوتا ہے اور اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ پرجا پر حکومت کرے اور پرجا اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا فرض بجالائے۔ منو جو ہندو قانون کا سب سے بڑا خالق ہے وہ راجہ کے حقوق اور اسکی اطاعت کے واجبات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "ایشور راجہ کو پرجا کی حفاظت اور ملکداری و ملک گیری کیلئے پیدا کرتا ہے راجہ کا دھرم یہ ہے کہ وہ پرجا کا پالن اور انکی حفاظت کرے ظالموں سے مظلوموں کو بچائے ظالموں کو سزا دے اور مظلوموں کی رکشا کرے۔ رعایا کا فرض یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں راجہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے تن من سے مشغول رہے جو شخص راجہ کی اطاعت سے منحرف ہو جائے اسکو نہ اس لوک میں پناہ ملسکتی ہے اور نہ اسکا ٹھکانہ پرلوک میں لگ سکتا ہے اسکو پرلوک میں بھی نجات نہ ملیگی جسنے بادشاہ وقت سے بغاوت کی یا جسنے اسکی اطاعت سے انحراف کیا ہو جس پرجا نے راجہ کی اطاعت سے انحراف کیا اور سرکشی کی اسنے گویا اپنے لئے نرک کا راستہ نکالا اور اسنے اپنے پرلوک کو تباہ کیا۔ منو کے نزدیک اس دنیا میں صرف دو قسم کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دیگئی ہے۔ راجہ اور برہمن لیکن شرط یہ ہیکہ وہ ویدیا پنڈت یعنی ویدوں کے فلسفہ کا عالم ہو۔ راجہ کا فریضہ یہ ہیکہ وہ ملک گیری اور ملک کی رعایا پر حکومت کرے اور رعایا کی پرورش و پرداخت کا فرض بجالائے برہمن کا فرض یہ ہیکہ وہ دھرم کا اپدیش کرے۔ ویدیں پڑھے پڑھائے اور ویدوں کے مذہب کا پرچار کرے۔ وہ راجہ کو اگر ضرورت ہو تو مشورہ دے اور راجہ کے حکم سے امور مملکت اور امور انصاف و عدل کو طے کرے لیکن راجہ کی اطاعت و فرمانبرداری برہمن پر بھی فرض گردانی گئی ہے۔ وہ راجہ کے حکم کے خلاف دم نہیں مار سکتا جو برہمن نافرمانی کرے راجہ کو اختیار ہے اسکو اپنے دیش سے نکالدے غرض کہ ہندو مذہب میں راجہ کا مرتبہ خدا کے بعد یا قریب اسکے برابر مانا گیا ہے اور یہ طے کیا گیا ہیکہ جسنے راجہ کے حکم سے سرتابی کی اسنے گویا خدا سے سرکشی اور سرتابی کی اور یہ ظاہر ہیکہ خدا سے سرکشی کرکے کوئی شخص بہر کہاں رہ سکتا ہے — اور ہندو مذہب کے علاوہ مصر کی قدیم قبطی قوم کا مذہبی قانون یہ تھا کہ فرعون وقت جو انکے سب سے بڑے دیوتا آمن را کا نائب اور جانشین ہے

بقیہ صفحہ ۱۳ علامت ۳۴۳ ۔ وہ مذہب اور ملت دونوں کا گنہگار ہوگا اور اسکو جو سزا دیجائیگی وہ حق بجانب ہوگی اسلئے اے لوگو اپنے بادشاہ ذیجاہ اعلحضرت بندگانعالی کی اطاعت کو فرض عین گردان کر اپنی قومی اور مذہبی روایات کو قائم رکھو۔ اور یقین کرو یہی تمہارا فرض زندگی ہے۔ فقط

شاہ عثمان زندہ باد !!!

اسکی اطاعت و فرمانبرداری رعایا کا ذہنی فریضہ ہے بمصر مذہبی قانون میں راجہ کو برا کہنے والے کیلئے یہ سزا دیجاتی تھی کہ اسکو قتل کر دیا جاتا تھا اور اسکی جائداد ضبط کر لی جاتی تھی یا کم سے کم اسکو جو سزا دیجاتی تھی وہ یہ ہوتی تھی کہ ایسے شخص کی زبان کاٹ ڈالی جاتی تھی جو بادشاہ کی توہین کرے یا اسکو برا کہے۔ باغی کیلئے مصری قدیم یونان میں مختلف قسم کی سزائیں تھیں قتل کرنا جلا وطن کرنا مال جائداد ضبط کر لینا باغی کو کہتر کی سونے کی کانوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کام کرنیکو بھیجدینا اور وہیں اسکو ختم کر دینا بعض وقت باغی کو یہ سزا دیجاتی تھی کہ اسکے سارے خاندان کو قتل کر دیا جاتا تھا اور اسکا نام و نشان باقی نہیں رکھا جاتا تھا۔ مصریوں کی دفعت یہ تھی کہ فرعون وقت امن را اور تاہ دیوتا اور آمن رع دیوتا اور پتہ دیوی کا نائب اور جانشین ہے اسکی بغاوت کرنا یا اسکی جناب میں گستاخی کرنا گویا دیوتاؤں سے بغاوت کرنا یا دیوتاؤں کی جناب میں گستاخی کرنا ہے ایسے شخص کو دنیا میں زندہ رہنیکا کوئی حق نہیں ہے زرتشتیوں کی مقدس کتاب اوستا میں بھی بادشاہ وقت کی فرمانبرداری اور اطاعت کو اہم فرض دینی قرار دیا گیا ہے اوستا میں شہنشاہ گشتاسپ کے جو محامد و مناقب مذکور ہیں انکو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کا مرتبہ انسانی مخلوق کے درمیان میں کسقدر بلند و برتر قرار دیا گیا ہے زرتشتی شریعت میں طے کیا گیا ہے کہ بادشاہ بمنشاء مشیت خدا کے بادشاہ اور حاکم نہیں بنتا بادشاہ کا وجود براہ راست مشیت الٰہی ہے عمل میں آتا ہے اسلئے بادشاہ کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے اور اسکی نافرمانی مشیت الٰہی کی نافرمانی ہے پس جو مشیت خداوندی کا احترام نہ کرے اسکا خون بادشاہ پر حلال ہے اور شریعت الٰہیہ حکم دیتی ہے کہ اسکو بیدریغ قتل کر دیا جائے یا اسکی زندہ کھال کھنچوا دیجائے۔ غرضکہ دنیا کے قدیم و جدید تمام مذاہب نے بادشاہ وقت کی فرمانبرداری اور اطاعت واجب گردانی گئی ہے اور اس سے منحرف ہونیکو گناہ اور معصیت قرار دیا گیا ہے۔ بادشاہ کی اطاعت اور بادشاہ کا وجود ہمیشہ دنیا کی متمدن اور غیر متمدن اقوام میں مسلم رہا ہے کوئی قوم کبھی بغیر بادشاہ کے نہیں رہی اور بغیر بادشاہ کے وجود کے کسی قوم نے کبھی ترقی کی دنیا کی قوموں میں صرف یونانی قوم ایک ایسی قوم ہے جسنے شخصی حکومت کو تسلیم کرنے میں ہمیشہ تامل کیا اور جو جمہوری حکومت کا زمانہ قدیم سے خواب دیکھتی رہی لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اسکا انجام ہمیشہ نامبارک رہا۔ یونانی قوم اپنے چھوٹے سے جزیرہ میں بند پڑی رہی اور اس نے اپنے ملک سے آگے کبھی قدم نہیں بڑھایا اسلئے کہ اسکی قوم کو اپنی خانہ جنگی کیوجہ سے کبھی فرصت نہ ملی کہ وہ آگے قدم بڑھائے۔ یونان کا چھوٹا سا ملک جمہوریت کی بدانتظامی کیوجہ سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں ہمیشہ منقسم رہا۔ مقدونیہ والے اپنی حکومت علیحدہ قائم کئے رہے اسپارٹا والے اپنی حکومت علیحدہ بناتے رہے۔ ایتھنز والے اپنی حکومت الگ قائم کئے رہے اور یونانی قوم متحد و متفق قوم سوقت تک نہ بن سکی جبتک اسمیں صوبہ مقدونیہ کا فرمانروا اسکندر پیدا نہیں ہوا اسکندر نے جبدن تخت سلطنت پر قدم رکھا اور جمہوریت کا افراتفری کا اسنے سدباب کر دیا اسدن سے یونانی قوم کے دن پھرے اور وہ دنیا میں ایک بڑی قوم بنگئی۔ اچھا اب کھوج لگائیں اور دیکھیں کہ دنیا میں اقوام کے اندر بادشاہوں کا وجود کب سے ہے۔ اور کیونکر ہے اور یہ انسانی اجتماعی فطرت کے موافق ہے یا غیر موافق ہے ہم جب تاریخ قدیم کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ۴

---

۴ بادشاہ کا وجود انسانی اجتماعی زندگی کا پہلا نقش ہے اور اسکی قدامت انسانی تہذیب اور انسانی تمدن کے ساتھ ساتھ ہے یعنی جب انسان انفرادی زندگی سے آگے بڑھا اور اس نے اجتماعی دنیا میں قدم رکھا اور اسکو شہریت و مدنیت کی زندگی کا سلیقہ پیدا ہوا اس سلیقہ کے ساتھ ساتھ اسکو ایک بادشاہ یا ایک لیڈر یا ایک شیخ قبیلہ یا ایک نائب یکتا امر کی ضرورت ہوئی اور اس نے اپنی جماعتوں میں سے سب سے قوی اور سب سے پہلے آدمی کو اسکے لئے انتخاب کیا اور اسکو اپنا راجہ یا بادشاہ یا سردار بنایا اور اسکی زیر ہدایت اس نے اپنی زندگی کے ایام گزارنا اور تہذیب و تمدن میں ترقی کرنیکا سبق سیکھا۔ یہ زمانہ کہ جب انسان کو جمعی زندگی کا خیال پیدا ہوا اور جب اسکو ایک سردار یا لیڈر یا ایک رہنما ایک بادشاہ کی ضرورت محسوس ہوئی تھی تہذیب حجر قدیم ہے اور تہذیب حجر قدیم کی عمر [illegible] ہزار سال سے لیکر [illegible] ہزار سال تک اندازہ کیگئی ہے پس یہ سمجھ لو کہ دنیا میں بادشاہوں کا وجود بھی ۵۰ ہزار سال سے ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی انکا وجود رہا ہو لیکن اسکی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے تاہم ہمکو اتنا ضرور معلوم ہے کہ انسانی مخلوق کو ایک سردار یا ایک بادشاہ یا ایک میر کی ضرورت فطرتی طور پر ہمیشہ رہی ہوگی اور وہ مجبور ہوئی ہوگی کہ اپنی جماعت کو کنٹرول کرنے کیلئے اپنی جماعت ہی میں سے

کسی ایک فرد کو اپنا سردار یا راجہ یا بادشاہ بنائے اور اسکے زیر حکم رہکر اپنی جماعت کو ترقی کے میدان میں آگے بڑھائے۔ بلاشبہ انسانی اجتماعی زندگی کے جسد کیلئے بادشاہ کا وجود بمنزلہ قلب کے ہے اور یہ حیثیت خداوندی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی ہر مخلوق ایک سردار یا ایک بادشاہ کی تابع رہے اسلئے کہ بادشاہ کے بغیر اسکی اجتماعی زندگی نہ قائم رہ سکتی ہے نہ ترقی کر سکتی ہے شہد کی مکھیوں کو دیکھو تو تمکو معلوم ہوگا کہ ایک شہد کے چھتے کی ہزاروں لاکھوں مکھیوں میں ایک رانی مکھی ہوتی ہے جسکی اطاعت و فرمانبرداری تمام مکھیاں کرتی ہیں وہ رانی مکھی جس راہ پر جاتی ہے اسی راستہ پر تمام مکھیاں چل پڑتی ہیں اور ہمیشہ اسکی اتباع میں لگی رہتی ہیں یہی حالت چیونٹیوں کی ہے چیونٹیوں میں بھی ایک رانی چیونٹی ہوتی ہے اسکی اطاعت تمام چیونٹیاں کرتی ہیں یہی حال دیمک کا ہے دیمک کا راجہ تقریباً ۲ انچ لمبا ہوتا ہے اور وہ دیمک کے بہو ... سب نیچے طبقہ میں رہتا ہے۔ تمام دیمک اسکے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں غرضکہ جتنے حشرات الارض جماعت اور گروہ بندی سے رہتے سہتے ہیں ان سب میں ایک سردار یا ایک راجہ ضرور ہوتا ہے۔ کیڑے مکوڑوں سے قطع نظر ان پرندوں کو دیکھو جو قبیلہ بندی کیساتھ رہتے سہتے ہیں تو تمہیں معلوم ہوگا کہ دنیا میں جتنے ایسے پرندے ہیں ان میں یہ طریقہ رائج ہے کہ وہ ایک بادشاہ پرند کے زیر حکم رہتے ہیں اور وہ بادشاہ پرندہ ساری جماعت کو کنٹرول کرتا ہے۔ ... قرقرے سرخاب ... لوے بٹیر وغیرہ جتنے جماعت بند پرند ہیں سب ایک سردار کے زیر حکم یا ایک لیڈر کے کنٹرول ... عادی ہیں۔ اور یہ عجیب و غریب بات نہیں ہے کہ ایک سردار کے بعد وہ اپنا دوسرا سردار یا حاکم مقرر کر لیا کرتے ہیں ہمکو بٹیریں لڑانیکا شوق تھا ... جو ہمارا ایک عجیب و غریب بٹیر لاکر ہمکو دیا اسکی قیمت انسے ہم سے ایکروپیہ مانگی یہ کہکر یہ بٹیر بٹیروں کا راجہ ہے۔ اسکے سر ... سفید ... معلوم ہوتا تھا کہ یہ سفید پر ملبد شدہ اسکے سر پر جمائے گئے ہیں غرضکہ اسکو لیکر ہمنے پالا اور اسکو لڑائی کیلئے تیار کرکے ہمنے میدان ... دیا اور ... دیکھی دیکر اسکے سامنے ایک پرانے بٹیر اد جو کئی لڑائیاں جیت چکا تھا چھوڑا۔ عجیب کی بات یہ ہیکہ اس بٹیر ... کیا پھر دوسرے بٹیروں سے ہمنے اسکو لڑانا چاہا لیکن کوئی بٹیر اسکے سامنے نہ ٹکا۔ اگر کوئی لڑا تو دو ایک چونچیں کھاکر بھاگ کھڑا ہوا تو اس سے یہ ثابت ... کہ پرندوں میں راجہ کا وجود اور اسکا فطرتی احترام موجود ہے۔

... کے بعد ... بالخصوص ... تمہیں معلوم ہوگا کہ انمیں بھی ایک ... کے کنٹرول میں رہنے کا سسٹم موجود ہے اور یہ سسٹم چرندوں اور پرندوں دونوں میں ہے بغرضکہ ... خلقت ... وہ انسانی ہو یا حیوانی ہمیں ایک سردار یا ایک راجہ یا ایک بادشاہ کے زیر حکم رہنے کی عادت موجود ہے اور یہ گویا ... الٰہیہ ہے کہ انسان جو جملہ مخلوقات میں افضل ترین مخلوق ہے وہ اپنی جماعت یا اپنی جنس کے کسی افضل ترین فرد کے زیر حکم رہکر دنیاوی ترقی کے ان مدارج ... اور جنکا پورا کرنا بحیثیت انسان کے اسپر فرض ہو۔ انسانی قوموں کی حقیقی ترقی اور انکی نشو و نما ابتدا سے ... ایک بادشاہ ... کے زیر حکم ہوا کی ہے اور آئندہ بھی ہوتی رہیگی اور جو قومیں اس سنت قدیمہ کے خلاف عمل کرنا چاہتی ہیں یا عمل کر رہی ہیں مستقبل انکو بتلا دیگا کہ انکا عمل کسقدر ناصواب تھا۔ انکا انجام نہ کبھی خوش آئند ہوا ہے نہ آئندہ خوش آئند ہوگا۔ اس لئے میں اپنے ہم وطن ہندو اور مسلمان دونوں کو بتلا دینا چاہتا ہوں کہ وہ سوراج اور جمہوری حکومت کا خیال دل سے نکالیں اور انکا حقیقی سوراج وہی ہے جو انکو اپنے بادشاہ جہانپناہ حضرت بندگان عالی میر عثمان علیخان کے زیر حکم ہے اور وہ اپنے فرمانروا کے زیر سایہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور ترقی کریں۔ کانگریس جس ... سوراج کا مطالبہ کر رہی ہے وہ سوراج نہیں ہے ملک کے اندر افراتفری اور بدامنی اور مختلف اقسام کی کشمکش کی دعوت ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ یہ ملک ہمیں ... کروڑ مسلمان ... اور ... کروڑ ... ہو ...

دیندار کتب خانہ کی چند کتابیں

دیندار چن بسویشور - مصنفہ حضرت مولٰنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ آج سے تقریباً نو سو سال پیشتر بزرگان اقوام دکن نے اپنی کتابوں میں ایک انسان کی آمد کی بشارت دی ہے جو دیندار اور مسلمان ہوگا اور اپنی قوم کو یہ ہدایت دی ہے کہ اس کے ساتھ ہو جائیں اور مذہب اسلام قبول کریں۔ یہ پیشین گوئیاں بارہ ہزار فقرات میں ہیں اس میں (۹۶) زمین و آسمان کے نشانات ہیں جن میں سے اکثر لفظ بہ لفظ پوری ہو چکی ہیں اور دیندار چن بسویشور کے (۵۶) نشانات ہیں جو کل کے کل حضرت مولٰنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ میں پائے جاتے ہیں اس کتاب میں مختصر مگر جامع طور پر ذکر کیا گیا ہے اس کتاب کا مطالعہ ہندوستان کے ہر انسان کیلئے خالی از فائدہ نہوگا قیمت ۴؍

قواعد حرب - مسلمانوں میں عسکری تنظیم و یکرنگی و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے اس میں وہ تمام قواعد اور اوامر موجود ہیں جن کا ایک سپاہی کو جاننا لازمی ہے۔ یہ رسالہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے (۱) اوامر صف بندی (۲) اوامر حرکت میں (۳) بندوق کے استعمال میں (۴) سنگین یا تلوار کے استعمال میں (۵) میدان جنگ کے اشاروں میں۔ قیمت ۱؍

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جگت گرو - یہ وہ کتاب ہے جس کو ہندوستان کی مذہبی دنیا میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کے دو حصہ ہیں (۱) موجودہ کتب سماوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور خصوصاً ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں وضاحت سے موجود ہیں (۲) مسئلہ قربانی گاؤ (برائے ہندو مسلم اتحاد) جس میں اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ بزرگان ہنود نے گائے کی قربانی کی ہے۔ اب تک اس کتاب کی کئی بار اشاعت ہو چکی ہے یہ اسکی اشاعت پنجم ہے جسمیں کچھ مضامین کا اضافہ ہوا ہے۔ قیمت ۲؍

لنگایت - خصوصاً ایسے زمانہ میں جبکہ گاندھی جی نے تحریک ہریجن کے ذریعہ دراوڑی قوم کو (جو شیوا کے ماننے والے ہیں) وشنو کو ماننے والوں میں ضم کرنے کی درپردہ کوشش کی ہے۔ مولٰنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ نے اس کتاب کی اشاعت سے قوم لنگایت پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔ ہریجن یعنے برہمی کے راز کو فاش کرکے آپ نے معقول دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ قوم لنگایت میں باوجود تغیرات زمانہ و جغرافیائی اثرات کے اب بھی ان کے تمدن معاشرت تہذیب وغیرہ کے بنیادی اصول عربوں ہی کے مماثل ہیں۔ مسلمانوں اور لنگایت قوم کے اعتقادات رسم و رواج۔ عادات و اطوار میں اتحاد پایا جاتا ہے۔ بلکہ انکے رسم خط میں بھی ام الالسنہ عربی کے رسم الخط کی مماثلت سے بحث کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ انقلاب ہند میں قوم لنگایت جو اقلیت میں ہے اپنی انفرادیت کو کس طرح باقی رکھ سکتی ہے۔ . . . . قیمت ۶؍

اسلامستان - یہ سیاسی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ مذہبی نقطۂ نظر سے سارا ہندوستان کس طرح مسلمان ہوگا اس حقیقت سے واقف ہو کر اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے ہوں تو ضرور اس پمفلٹ کا مطالعہ کیجئے قیمت ۵ر

دعوۃ الی اللہ - یہ ایک مدلل اور بصیرت افروز کتاب ہے جس میں حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ نے بہ حیثیت یوسف موعود جماعت احمدیہ قادیان کو دعوت اصلاح دیتے ہیں۔ اور انکی اصلاح میں ہندو عقائد کی رو سے سارا ہندوستان مسلمان ہونیکا راز مضمر ہے۔ علاوہ اس کے اس کتاب میں اہل تصوف کیلئے سامان شوق و ذوق فراہم کیا گیا ہے .... قیمت عہ ۱۲ر

راز حیات - مصنفہ مولوی محمد عبدالقادر صاحب مبلغ اسلام۔ اب جبکہ واقعات عالم نے ایک خطرناک اور پُر از ہیجان شکل اختیار کر لی ہے۔ ہر قوم روبہ عمل ہے۔ ہر قوم کے آگے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ تو ایسی صورت میں مسلمانوں کا غافل رہنا ان کو فنا کے قریب کردیگا ایسے موقع پر یہ چھوٹا رسالہ شائع کیا گیا ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو صحیح راہِ عمل پر لگانا ہے۔ اسمیں واقعات حاضرہ پر بالتفصیل بحث کر کے اس کا تجزیہ کیا گیا ہے اور اس کے بعد قرآنی آیات کی روشنی میں ان کی جانچ کی گئی ہے۔ اور قرآن ہی سے مسلمانوں کے لئے موجودہ صورت حالات میں ایک نصب العین تجویز کیا گیا ہے جس میں یقیناً انکی فلاح ہے۔ جن لوگوں کو یقین ہے کہ قرآن مکمل اور اکمل کتاب ہے اور اس کی تعلیم انسانی شعبہ کے لئے مفید ہے تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں .... قیمت ۲ر

کامیابی کا راز - یہ قاضی محمد فیاض علی صاحب مبلغ اسلام کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اس میں تبلیغ اسلام کے کارناموں کا ذکر ہے۔ اس پر کاربند ہو کر ہی مسلمان دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں اور تمام مصیبتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہیں .... قیمت ۲ر

آریہ سماجی تحریک کا جواب - سرکار عالی نے بذریعہ پمفلٹ آریہ سماجیوں کی سیاسی و مذہبی حالات کا انکشاف کردیا ہے مگر ان کے مذہبی اعتراضات جو خود ہندوؤں کے مقدس وتاروں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر کئے گئے ہیں انکا جواب اسمیں عقلی و نقلی دلائل سے اس طریقہ پر دیا گیا ہے کہ معترضین کو جواب نہ بن پڑے .... قیمت ۱ر

حقیقت چھوت چھات یعنے غلام بنانے کی چال - موجودہ زمانہ میں مہذب نما اقوام نے غلامی کی لعنت کو کس دلفریب انداز میں بڑے کارنامے ہے ان تمام کو اس کتاب میں قاضی مولوی صلاح الدین صاحب مبلغ اسلام نے مع حوالہ جات بالتفصیل بیان کر کے آخر میں اخوت اسلامی کے اصول بتائے ہیں .... قیمت ۱ر

ملنے کا پتہ منیجر دیندار کتب خانہ نزد جامع مسجد سکندرآباد

مطبوعہ - محمودیہ مشن پریس چار مینار حیدرآباد